رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لے
ششماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بے

قیمت فی پرچہ (۲ /)

"ہفتہ وار" مملکت

ایڈیٹر :- میر حسن الدین

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لے
ششماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بے

قیمت پرانا پرچہ (۴ /)

جلد (۹) | ۵ فروردی ۱۳۵۹ ف | ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ روز یکشنبہ | ۵ فروری ۱۹۵۰ء | نمبر (۴۳)

دولت مشترکہ دوراہے پر

کولمبو کانفرنس پر تبصرہ

کولمبو کی دولت مشترکہ کانفرنس ایک ہفتہ کے مباحث کے بعد ختم ہو گئی جس طرح کسی بڑے سے بڑے آدمی کے مرنے پر لوگ عام طور سے اس کی اچھائیاں بیان کرتے ہیں اسی طرح اس کانفرنس کے اختتام پر اس میں شریک ہونے والوں نے اسے کامیاب بتایا ہے اس کامیابی پر سب سے زیادہ معنی خیز تبصرہ جواہر لال نہرو کا ہے۔ کانفرنس کے آخری اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اس کانفرنس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ دنیا کے مسئلوں کو حل کر دے گی ان مسئلوں اور ان کانفرنس سے ناواقفیت کا مظاہرہ کرنا ہے اگر دنیا کے مسئلے اس طرح حل ہو سکتے تو وہ اب سے پہلے حل ہو چکے ہوتے۔

پنڈت نہرو کی رائے میں اس قسم کی کانفرنس سے حالات کو بالکل ہی غلط رخ اختیار کرنے سے روکنے میں مدد ملتی ہے لیکن انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ کولمبو کانفرنس اس سلسلہ میں کس حد تک مدد دے گی اور موجودہ حالات کو غلط رخ اختیار کرنے سے کہاں تک روک سکے گی اس بارے میں سرکاری اعلانوں سے بھی کوئی ٹھیک اندازہ نہیں ہو سکتا۔ دوسری خبروں سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ حالات کے غلط رخ اختیار کرنے کا امکان بہت زیادہ تھا اور یہ امکان ابھی تک باقی ہے اس کو کم یا ختم کرنے کے لئے کانفرنس میں کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہو سکا۔ تاہم اس کانفرنس سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ہندوستانی وزیر اعظم نے دولت مشترکہ کے دوسرے ارکان کے سامنے موجودہ حالات سے نپٹنے کے لئے ایک نئی راہ پیش کر دی۔

کانفرنس میں بین اقوامی صورت حال پر عام مباحث کے بعد جب چین کا معاملہ زیر بحث آیا تو جواہر لال نہرو نے کہا کہ وہاں کے عوام نے نوآبادیاتی اور جاگیرداری نظام کے جوئے کو اتار پھینکا ہے اور صدیوں کے بعد ایک مضبوط مرکزی حکومت قائم کر لی ہے جس کا ان تمام لوگوں کو خیر مقدم کرنا چاہئے جو ایشیا کی ترقی اور استقلال کے خواہش مند ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ایشیائی ملکوں کو سب سے پہلی ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو ہر قسم کے سیاسی معاشی اور جاگیرداری غلبہ سے نجات دلائی جائے۔

کانفرنس کے سامنے دوسرے اہم مسئلے ہند چین اور جاپان کے تھے اور ان کے متعلق بھی پنڈت نہرو نے اظہار خیال کرتے ہوئے اس اصول کو سامنے رکھا۔ ہند چین کے بارے میں انھوں نے کہا کہ فرانس یا کسی اور بیرونی طاقت کو اس کے معاملات میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور شہنشاہ باؤ دائی کو عوامی تائید کا مالک حکمران کی حیثیت سے تسلیم کئے جانے کا مستحق قرار دینا ابھی قبل از وقت ہے جاپان کے متعلق ان کی رائے یہ ہے کہ وہاں کے عوام کو اپنی پسند کی حکومت قائم کرنے کا پورا پورا حق ملنا چاہئے۔

ایک اطلاع کے مطابق انھوں نے یہ بھی کہا کہ امریکی فوجوں کو جاپان سے چلے جانا چاہئے۔ ملایا کے متعلق نہرو کے بیان کی تفصیل اخباروں میں نہیں آئی ہے لیکن اس معاملہ میں ان کی رائے اس رجحان سے مختلف نہیں ہو سکتی جو انھوں نے مجموعی طور پر سارے ایشیا کے لئے ظاہر کی ہے۔

اگر نہرو کی اس رائے کو دولت مشترکہ کے دوسرے ارکان کی تائید حاصل ہو جاتی تو کانفرنس کے سرکاری اعلانات اتنے مبہم نہ رہتے لیکن ان دوسرے ارکان میں جو غیر ایشیائی ہیں ایشیا کے مسئلوں کو بالکل ہی دوسری نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کو ایشیائی عوام کے اطمینان سے زیادہ کمیونزم کی روک تھام کی فکر ہے اسی لئے آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے نمائندوں نے چین کی کمیونسٹ حکومت کو تسلیم کرنے میں ہندوستان، برطانیہ، پاکستان اور سیلون کی جلد بازی کی شکایت کی اور اسی لئے برطانیہ نے کولمبو کانفرنس میں ہند چین کے کٹ پتلی شہنشاہ باؤ دائی کی وکالت کی۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ باؤ دائی کا اقتدار محض نام کے لئے ہونے کے علاوہ بہت ہی محدود اور فرانسیسی فوجوں کے بل پر قائم ہے جبکہ ڈاکٹر ہوچی منہ کو ہند چینی عوام کی زبردست اکثریت کی تائید حاصل ہے ان کا قصور صرف یہ ہے کہ ان کے بارے میں فرانس نے یہ خبر مشہور کر رکھی ہے کہ وہ کمیونسٹ ہیں اور اس قصور کی سزا میں ان پر فرانسیسی سامراج کو مسلط کیا جا رہا ہے۔

کناڈا کے وزیر خارجہ نے سلامتی کانفرنس میں روس اور نئے چین کی شرکت سے پیدا ہونے والی [illegible]

مملکت
ہفتہ وار

۵ر فروری سنہ ۱۳۵۹ف

مجلس دستور ساز اور رائے عامہ

پولیس ایکشن کے دو ماہ بعد سب سے پہلے ہم نے چالیس لاکھ کے صرفہ سے مجلس دستور ساز کے قیام کو غیر ضروری قرار دیتے ہوئے اپنی ۱۰ دی سنہ ۵۸ف کی اشاعت میں یہ عرض کیا تھا کہ یہ سوال کہ حیدرآباد انڈین یونین میں شرکت کرے یا نہ کرے ۱۷ ستمبر سنہ ۴۸ء کی شام کو طے پاچکا۔ یہ کہنا کہ مجلس دستور ساز اس مسئلہ کا تصفیہ کرے گی اپنے آپ کو غیر ضروری اہمیت اور عوام کو دھوکہ دینا ہے۔ ہماری رائے میں یہ مسئلہ مجلس دستور ساز میں پیش ہونے کے قابل نہیں ہے کیوں کہ یہ تصفیہ شدہ ہے اب سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ حیدرآباد کے دستور کے اجزائے ترکیبی کیا ہوں؟ ہماری یہ رائے ہے کہ ہندوستان کی مجلس دستور ساز نے ایک سال کی کاوش اور عرق ریزی کے بعد صوبہ جات ہند کے لئے جو دستور مدون کیا ہے اس کو چند ذوقی ترمیمات کے ساتھ قبول کر لیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ سوامی جی اور ان کے رفقائے کار یہ دعویٰ تو نہیں کریں گے کہ وہ ہندوستان کے ماہرین دستور سے بہتر دماغ یا جذبات رکھتے ہیں۔ ہم کرر عرض کریں گے کہ چالیس لاکھ کے صرفہ سے ایک دستور ساز اسمبلی کا قیام غیر ضروری ہے۔ اس بجز اس کے سے زیادہ فائدہ جو ہو سکتا ہے یہ ہے کہ (۱۸۰) منتخب ارکان کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ ہم بھی کچھ ہیں اور ہم نے بھی کچھ کیا ہے۔"

اس کے بعد آل حیدرآباد کانگریس کمیٹی کی ایک قرارداد پر تبصرہ کرتے ہوئے ہم نے ۱۰ر خیر سنہ ۵۸ف کی اشاعت میں تحریر کیا تھا کہ "آل حیدرآباد کانگریس کمیٹی کی سیاسی قرارداد میں کہا گیا ہے کہ مجوزہ مجلس دستور ساز اس امر کا فیصلہ کرے گی کہ حیدرآباد کی تحلیل کی جائے یا اس کی موجودہ انفرادیت باقی رکھی جائے۔ ہم نے عرض کیا تھا کہ مجلس دستور ساز کی ہیئت ترکیبی کچھ اس قسم کی ہوگی کہ تلنگانہ کے نمائندوں کی اکثریت ہوگی اگر تلنگانہ کے نمائندوں کی یہ رائے ہو کہ حیدرآباد اپنی موجودہ صورت میں باقی رہے تو مجلس دستور ساز کا فیصلہ بھی لازماً یہی ہوگا۔ فرض کیجئے کہ مہاراشٹرا اور کرناٹک کے اضلاع حیدرآباد سے علیحدہ ہو جانا چاہیں تو ایسی صورت میں مجلس دستور ساز کا فیصلہ ان اضلاع کی حد تک غیر منصفانہ ہوگا۔ اس لئے یہ سوال کہ حیدرآباد کی تحلیل کر دی جائے یا اس کو برقرار رکھا جائے مجلس دستور ساز پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اضلاع تلنگانہ کو صرف اپنی حد تک فیصلہ کرنے کا حق ہے۔ یہی صورت اضلاع مہاراشٹرا اور کرناٹک کی ہونی چاہئے .... مجوزہ مجلس دستور ساز جو ہر سہ علاقوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوگی کسی ایک علاقہ سے متعلق فیصلہ کرنے کی مجاز نہ ہوگی۔"

۱۸ آذر سنہ ۵۸ف کی اشاعت میں ہم نے عرض کیا تھا کہ "ایک اور بات قابل غور یہ ہے کہ ہمارے قائدین اپنی تقاریر اور بیانات میں یہ کہتے آئے ہیں کہ حیدرآباد ہندوستان کا جزو لاینفک ہے اور ساتھ ہی ساتھ عوام کو یہ امید دلا رہے ہیں کہ حیدرآباد میں مجلس دستور ساز کا قیام عمل میں آئے گا۔ مجلس دستور ساز کسی خود مختار اور مقتدر اعلیٰ حیثیت رکھنے والی مملکت میں منعقد کی جاتی ہے۔ ہندوستان میں اس لئے مجلس دستور ساز قائم ہوئی کہ وہ خود مختار اور مقتدر اعلیٰ حیثیت رکھتا ہے جو حیدرآباد کو حاصل نہیں ہے تو پھر ایک جزو کے لئے مجلس دستور ساز کا قیام کیا معنے رکھتا ہے معلوم نہیں ہمارے قائدین کے پاس اس تضاد کی کیا توجیہ ہے۔"

ہمارے اس مشورے کے بعد بھی ہمارے قائدین مجلس دستور ساز کے قیام کا متواتر مطالبہ کرتے رہے اور عوام کو یقین دلاتے رہے کہ حیدرآباد اور اعلیٰحضرت حضور نظام کے مستقبل کا فیصلہ مجلس دستور ساز میں کیا جائے گا مگر جب اعلیٰحضرت حضور نظام نے ایک فرمان کے ذریعہ یہ اعلان فرمایا کہ ہندوستان کے نئے دستور کو حیدرآباد کے لئے قبول کر لیا گیا ہے تو اخبارات میں یہ بحث چھڑ گئی کہ مجوزہ مجلس دستور ساز میں کیا صرف اس فرمان کی توثیق کی جائے گی یا ریاست کے کرنے یا اس کو برقرار رکھنے کا فیصلہ بھی کیا جائے گا۔ بعض حلقوں کا یہ خیال تھا کہ محض فرمان کی توثیق کے لئے مجلس دستور ساز کا قیام غیر ضروری ہے اور بعض غرض مند قائدین جنھوں نے عوام سے بڑے بڑے وعدے کئے تھے اور جو اب بھی عوام کو غلط فہمی میں رکھنا چاہتے تھے یہ تاویل کرنے لگے کہ حیدرآباد کے مستقبل کا فیصلہ تو بہرحال عوام ہی کو کرنا ہے اور یہ فیصلہ مجلس دستور ساز میں کیا جائے گا اور فرمان کی حیثیت محض عارضی ہے لیکن جب ہندوستان کے سابق گورنر جنرل راجگوپال چاری حیدرآباد آئے اور ان کی تقریریں اخبارات میں شائع ہوئیں تو اس مسئلہ پر زیادہ سنجیدگی سے غور و خوض شروع ہوا۔ اسٹیٹ کانگریس کی مجلس عاملہ تو خاموش ہے لیکن دیگر کانگریسی قائدین اور پبلک کارکن یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہندوستان کے نئے دستور کو قبول کرنے کے بعد مجلس دستور ساز کا قیام ایک فضل عبث معلوم ہوتا ہے۔ اکثر اخبارات نے جو کانگریس کے ہم خیال سمجھے جاتے ہیں صاف الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ مجلس دستور ساز کے قیام کی اب ضرورت نہیں بلکہ اب مجالس مقننہ کے لئے انتخابات عمل میں لائے جائیں۔ اس نقطۂ نظر کی تائید میں چند روز سے مقامی اخبارات میں متعدد بیانات اور مضامین شائع ہو رہے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ رائے عامہ کا اب کیا رجحان ہے۔ چنانچہ مسٹر لکشمن راؤ گاؤ جو حیدرآباد کے ایک قدیم پبلک کارکن ہیں اپنے ایک بیان میں کہتے ہیں کہ "مجلس دستور ساز کا تماشہ محض پبلک کے روپیہ کا اتلاف ہے ...... موجودہ حالات کے تحت جب تک ہندوستان کے نئے دستور کے مطابق سنہ ۱۹۵۱ء میں انتخابات نہ ہو جائیں مجلس مقننہ وجود میں نہیں آسکتی اور صحیح معنوں میں ذمہ دارانہ حکومت قائم نہیں ہو سکتی ریاستی وزارت کیوں نہیں مقامی لوگوں کو اپنے اعتماد میں لیتی اور بتدریج نظم و نسق کی ذمہ داریاں ان کے سپرد کرتی۔"

۲۶ جنوری کی اشاعت میں معاصر "رعیت" نے مسٹر شیام راؤ بہرور کا ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں موصوف نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ہندوستان کے عوام کو بحیثیت مجموعی فیصلہ کرنا چاہئے کہ آیا وہ زبان وار صوبے بنانا چاہتے ہیں یا نہیں۔ مقامی طور پر حیدرآباد کے عوام نے اپنے فیصلہ کا اعلان ایک عرصہ پہلے ہی کر دیا ہے اور جب نظام نے حال ہی میں ایک فرمان کے ذریعہ حیدرآباد کو ہندوستان کا ایک جزو قرار دیا ہے اور ہندوستان کے نئے دستور کو حیدرآباد کے لئے بھی قبول کر لیا ہے اور حیدرآباد کے عوام نے اس کی

مخالفت نہیں کی ہے اور یہی حیدرآباد کے عوام کا بھی فیصلہ ہے تو حیدرآباد میں کوئی دستور ساز اسمبلی قائم کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ حیدرآباد میں اپنی آمد کے دوران میں ہندوستان کے گورنر جنرل شری راجگوپال چاری نے نظام کے اس اعلان کے بارے میں فرمایا:

"ہز اگزالٹیڈ ہائی نس کے اتفاق رائے کے ساتھ حیدرآباد جمہوریہ ہند کی ایک مملکت بن رہا ہے۔ میں نے یہاں جو کچھ دیکھا ہے اس کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس ریاست کی جنتا اس دانشمندانہ فیصلہ کی توثیق کرے گی" پنڈت نہرو نے حال ہی میں ایک پریس کانفرنس میں اس کی توثیق کر دی ہے کہ حکومت ہند سر دست حیدرآباد کو تقسیم کرنا نہیں چاہتی۔ اس کے علاوہ نئے دستور میں سر دست نظام کو حیدرآباد کا راج پرمکھ بنا دیا گیا ہے۔ غرض یہ فیصلے سر دست اور فی الحال کے لئے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ آئندہ بھی ان سوالات کے متعلق جو بھی فیصلے کرنے ہوں گے وہ ہندوستان کی حکومت کرنے جا رہی ہیں نہ کہ حیدرآباد کے عوام یا حیدرآباد کی دستور ساز اسمبلی کو۔ لہٰذا حیدرآباد میں دستور ساز اسمبلی کو طلب کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ انتخابات ایک قانون ساز اسمبلی کے لئے کئے جا سکتے ہیں نہ کہ دستور ساز اسمبلی کے لئے"

اس قسم کے مضامین اور بیانات مقامی اخبارات میں آئے دن شائع ہو رہے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ رائے عامہ کا رجحان کیا ہے۔ گذشتہ ہفتہ مقامی اخبارات میں ماڈرن نیوز کی یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ دستور ساز اسمبلی کے انتخابات جو مارچ سنہ ۵۰ء میں منعقد ہونے والے تھے وہ دو ماہ کے لئے ملتوی کر دئے گئے ہیں۔ گو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس التوا کی کیا وجہ ہے۔ اگر حکومت مجلس دستور ساز کی ضرورت یا عدم ضرورت پر غور کر رہی ہے تو ہم یہ عرض کریں گے کہ رائے عامہ مجلس دستور ساز کے قیام کی تائید میں نہیں معلوم ہوتی۔ ان حالات میں اگر مجلس دستور ساز کے قیام کے تصور کو ترک کر دیا جائے تو ایک طرف حکومت چالیس لاکھ کے غیر ضروری صرفے سے بچے گی اور دوسری طرف عوام انتخابات کے غیر ضروری کشمکش سے محفوظ رہیں گے۔ بعض غرض مند قائدین جناب بھی عوام کو فریب دینے کے لئے یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ مجلس دستور ساز میں حیدرآباد کے مستقبل کا فیصلہ کیا جائے گا وہ قابل اعتنا نہیں ہیں۔

اُردو کا مستقبل

انجمن ترقی اُردو (حیدرآباد) کی اپیل

ہند کی دستوری اسمبلی نے جب سے یہ رزولیوشن پاس کیا ہے کہ ہندی پبلک کی سرکاری زبان ہندی ہوگی اور وہ دیوناگری رسم خط میں لکھی جائے گی، اس وقت سے اُردو زبان کا پرچار کرنے والوں میں ایک طرح کی مایوسی پھیل گئی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ مایوسی صحیح نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انڈین نیشنل کانگریس کی مانی ہوئی قدیم پالیسی کے لحاظ سے آزاد ہند کی قومی زبان ہندوستانی ہونی چاہئے تھی اور اسے دیوناگری اور اُردو دونوں طرح سے لکھا جانا چاہئے تھا۔ یہی وہ فیصلہ تھا جس کو جمہور نے مان لیا تھا اور جس سے خود مہاتما گاندھی کو پورا اتفاق تھا۔ لیکن دستوری اسمبلی نے اسے نہیں مانا اور خود گاندھی جی کے پیچھے پیرؤوں کو حالات سے مجبور ہو کر اسمبلی کے اندر اپنے پرانے عقیدے کے خلاف ووٹ دینا پڑا۔ ان حالات کا ذکر اب بے سود ہے۔

یہاں جو بات ہم خاص طور پر بتانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ دستوری اسمبلی کے اس فیصلے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اب ہندوستان میں اُردو کا کوئی مستقبل نہیں ہے غلط ہے۔ اُردو اب بھی ہندوستان کی اہم زبانوں میں سے ایک ہے اور اس کی یہ حیثیت خود دستور کے اندر تسلیم کر لی گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ ہندی کے بارے میں صاف طور پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی زبان ہوگی جو بھارت کی تمام زبانوں سے آسان اور موزوں لفظ لیتے ہوئے آگے بڑھے گی اور جو لفظ عام استعمال میں آ گئے ہیں، انھیں محض اس وجہ سے نہیں نکالا جائے گا کہ وہ غیر ملکی زبانوں سے آئے ہیں۔

اسی طرح اُردو والوں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنی زبان کو آسان سے آسان بنانے کی کوشش کریں۔ ملک کی نئی اور پرانی زبانوں سے جتنے ایسے لفظ لے سکیں جو اُردو کے مزاج کو دیکھتے ہوئے اس میں اپنائے جا سکتے ہیں انھیں اپنائیں۔ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں سے خاص کر سائنس، ٹکنالوجی اور نئے نئے علوم و فنون سے متعلق جتنے لفظ آسانی کے ساتھ لئے جا سکتے ہیں انھیں لیں۔ اور اس طرح اُردو زبان کو زیادہ سے زیادہ جاندار، وسیع اور ترقی پذیر بنائیں۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر اُردو والے اور ہندی والے ساری بھارت کے لئے ایک عام زبان پیدا کرنے کی آرزو کے پورا ہونے میں، جو ہر ہندوستانی کے دل میں موجود ہے، مدد دے سکتے ہیں۔

جہاں تک کہ رسم خط کا تعلق ہے یہاں بھی ہمیں سمجھداری سے کام لینا چاہئے۔ رسم خط اصل میں زبان کا لباس ہے۔ جب ہمارا ارادہ یہ ہے کہ اُردو زبان کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں تو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے دوسرا لباس بھی پہنانا ضروری ہو، وہ اُسے پہنائیں۔ زیادہ سے زیادہ تعداد تک پہنچنے کا یہی کارگر ذریعہ ہے۔

مختصر یہ کہ اُردو زبان کے مستقبل سے مایوس ہونے کی ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ سر تیج بہادر سپرو نے فرمایا تھا: "اُردو زبان ہندو مسلمان دونوں کے بزرگوں کا اور ہمارا ایک مشترکہ و مقدس ترکہ کی حیثیت سے ملی ہے جو قطعاً ناقابل تقسیم ہے" ظاہر ہے کہ ایسے قابل قدر ترکہ کو مٹنے نہیں دیا جا سکتا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال کہ حکومت اُردو کی مخالف ہے سراسر غلط ہے۔ ابھی تک عام پبلک کو شاید یہ معلوم نہیں ہے کہ حکومت ہند نے انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی کے لئے سالانہ چالیس ہزار روپیہ کی گرانٹ منظور کی ہے۔ اس کے نئے صدر ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ) مقرر ہوئے ہیں۔ جو اپنی تعلیمی سرگرمیوں کی وجہ سے کل ہند شہرت کے مالک ہیں اور اس کے نئے معتمد قاضی عبدالغفار صاحب ہیں جو ملک کے مشہور اخبار نویس اور نامور انشا پرداز ہیں۔

اس مرکزی انجمن کی ایک شاخ حیدرآباد میں بھی قائم ہے اور یہ بیان اسی شاخ کی طرف سے جس کا نام انجمن ترقی اُردو حیدرآباد ہے شائع کیا جا رہا ہے۔ جس ڈھنگ پر اُردو کی اشاعت ہونی چاہئے اس کا خاکہ مرکزی انجمن کے مشورے سے اور مقامی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے بنایا جا رہا ہے۔ اب ضرورت ہے پکے ارادے اور جوش عمل کی۔ اگر اُردو کے پریمیوں میں سے ہر ایک کسی نہ کسی طرح اس زبان کی خدمت کرنے کا ارادہ کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ اُردو جس ادبی اور لسانی درجے پر پہنچ گئی ہے اس کو ہم قائم نہ رکھ سکیں اور آئندہ ترقی نہ دے سکیں۔

مقامی انجمن کی رکنیت کا چندہ صرف بارہ روپے سالانہ ہے جو صاحبین سو روپیہ یک مشت عنایت فرمائیں وہ اس کے دوامی رکن ہوتے ہیں۔ اور جو پانسو روپیہ یک مشت عطا فرمائیں وہ اس کے سرپرست کہلاتے ہیں۔

انجمن کے کاروبار سے متعلق تفصیلی کیفیت دفتر انجمن ترقی اُردو حیدرآباد واقع مکان حبیب الرحمٰن صاحب محلہ حمایت نگر (ٹیلیفون [illegible]) سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

(مجلس عاملہ کی طرف سے)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید :۔

ہندی کو جب سرکاری زبان قرار دیا گیا تو ڈاکٹر راجندر پرشاد نے فرمایا تھا کہ اس زبان کو ملک کی اکثریت سمجھتی ہے۔ مگر جب پارلیمان میں سیٹھ گوبند داس نے ہندی میں تقریر شروع کی تو وزیر خوراک نے اس کا مطلب اسپیکر سے دریافت کیا کیونکہ وہ نہ سمجھ سکے کہ سیٹھ صاحب کیا فرما رہے ہیں۔ مگر اسپیکر صاحب خود اس نعمت سے محروم تھے اور سیٹھ صاحب سے کہا کہ وہ انگریزی میں فرمائیں کہ کیا کہنا چاہتے ہیں گویا یہ مسئلہ کہ ہندی کو ملک کی اکثریت سمجھتی ہے پارلیمنٹ میں حل ہوا۔ (الجمعیت)

پولیس کارروائی کے پہلے کے ہنگامہ خیز دور کے برسا دو برس کے زمانہ کو چھوڑ کر دیکھا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ حیدرآباد میں بھی ایک باقاعدہ نظم و نسق تھا، قانون اور قاعدہ تھا، عدلیہ عاملہ سے ممکنہ حد تک آزاد تھا بہت سے کارہائے ترقی انجام پائے۔ ریاست کے طول و عرض میں سڑکوں کا وسیع جال بچھا گیا، ریلوے لائین بڑھا دئے گئے، آبپاشی کے بڑے بڑے پراجکٹس بنائے گئے، عالیشان سرکاری عمارات بنائی گئیں۔ تمام ہندوستان میں نمایاں حیثیت رکھنے والی یونیورسٹی کی عمارت بنائی گئی۔ حیدرآباد اس قدر پست نہ تھا جس قدر کہ ہمارے بعض ترقی پسند دوست اسے پست بتاتے ہیں۔

(مشیر، نرسنگ راؤ)

مسٹر نرسنگ راؤ کے مضمون کو پڑھ کر ہمیں اقبال کا یہ شعر یاد آگیا۔

ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہد کہن کی داستانوں میں

حیدرآباد کے قدیم درباری ہوش بلگرامی جو پولیس ایکشن کے بعد سے قوم پرستی میں کانگریسیوں سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں اپنے ایک مضمون میں جو "سلطنت" میں شائع ہوا ہے تحریر کرتے ہیں:۔

یہ اپنے وقت کا وہ انسان ہوگا جو کسی انسان کے دُکھ کی تاب نہ لاسکے گا جب تک انسانوں کا پیٹ خالی رہے گا گاندھی بھی اپنا پیٹ نہ بھرے گا۔ جب تک انسانوں کو تن ڈھانکنے کے لئے کپڑا نہ ملے گا گاندھی بھی نیم برہنہ پھرے گا۔

ہماری دعا ہے کہ خدا ہوش بلگرامی کو گاندھی جی کے ان اعلیٰ اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!!

ہندوستان کے نئے دستور کے مطابق عورتیں باقاعدہ فوج میں ملازم نہ ہوسکیں گی۔ (اخباری خبر)

پھر ایسے دستور کی "پیام" کیسے تائید کرسکتا ہے؟

معاصر "سلطنت" تحریر کرتا ہے کہ:۔

مدبرین ہند نے حیدرآباد میں جو اقدامات کئے وہ یقیناً روشن مستقبل کی نشان دہی کر رہے ہیں۔

فی الحال معاصر "سلطنت" ہی کا مستقبل روشن نظر آرہا ہے۔

معاصر "پیام" نے چند طالبات کا ایک بیان شائع کیا ہے جس میں زنانہ کالج کے اقامت خانہ کی بدنظمیوں کی شکایت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ

یونین کی سرگرمیاں تو بس آنکھ مچولی تک، جلسہ میلاد النبی اور قسم قسم کے یوم منانے تک محدود رہیں۔

اس بیان میں جلسہ میلاد کا ذکر پڑھ کر بعض لوگ یہ سوچ رہے ہیں کہ یہ بیان زنانہ کالج ریزیڈنسی بلڈنگ میں مرتب کیا گیا ہے یا کرم جاہی روڈ پر؟

جامعہ میں پینے کو پانی تک نہیں۔ (اخباری سرخی)

کیا جامعہ کوئی آبدارخانہ ہے؟

ایک اخباری اطلاع ہے کہ:۔

مولانا ولی اللہ حسینی صدر انجمن پیشوایان مذاہب ایک وفد کے ساتھ دہلی تشریف لے گئے جو بعض عوامی مسائل کے بارے میں صدر جمہوریہ و وزیراعظم اور نائب وزیراعظم ہند سے ملاقات کرے گا۔

مگر عوام کو خبر ہی نہیں کہ ان کی خاطر ان بزرگوں نے کتنی زحمت گوارا فرمائی ہے

——— بیچارے عوام۔

ڈاکٹر کرپلانی نے کہا:۔

مجھے جمہوریہ ہند کے قیام سے حقیقی مسرت حاصل ہوئی۔ تاریخ ہند کا یہ زبردست اور شاندار کارنامہ ہے۔

مسٹر ساورکر فرماتے ہیں:۔

دستور کی تدوین بھارت کے صحیح اصولوں پر نہیں رکھی گئی اور وید اور پُرانوں سے مدد نہیں لی گئی۔

ایک ہی مکتب خیال کے لوگوں میں یہ اختلاف رائے۔ ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے

عادل آباد کانگریس کمیٹی کے ارکان سوشلسٹ پارٹی میں شریک ہوگئے اور سوامی جی سے اپیل کی ہے کہ وہ بھی اسٹیٹ کانگریس میں شریک ہوجائیں۔ (ایک خبر)

شکل یہ ہے کہ سوشلسٹ پارٹی کا کوئی صدر نہیں ہوتا۔

جشن جمہوریت پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر پیام لکھتا ہے کہ حیدرآباد کے مزدوروں کی ایک بڑی تعداد جشن کے بجائے ہڑتال منارہی تھی۔

مگر معاصر پیام نے جو مزدوروں کی حمایت کا ٹھیکہ دار ہے اس ہڑتال کی تائید میں ایک اداریہ بھی نہیں لکھا۔

صنعت و زراعت کی نئی تشکیل

از

نواب مہدی نواز جنگ

۱۔ لقمان حکیم کی کہانیوں میں ایک قصہ لکھا ہے، جو شاید سب ہی نے سنا ہوگا۔ ایک بوڑھا اپنے بچوں کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ اتفاق سے رہنے میں قوت اور اختلاف میں کمزوری ہے۔ اس بات کو اس نے یوں سمجھایا کہ ہر ایک لڑکے کو اس نے ایک ایک پتلی لکڑی دی اور کہا کہ اس کو توڑو۔ سب نے آسانی سے اپنی اپنی لکڑی توڑ ڈالی۔ اب اس عقلمند بوڑھے نے انہیں لکڑیوں کا ایک گٹھا بنا کر دیا اور کہا توڑو۔ تو اکیلے تو کیا سب مل کر بھی نہ توڑ سکے۔

۲۔ یہی حال ہمارے جسم کا ہے۔ جب تک ہمارے جسمانی اعضا مل جل کر کام کرتے اور ایک دوسرے کو مدد دیتے رہتے ہیں تو ہم اچھے رہتے ہیں۔ اور جب ان میں اختلاف شروع ہوا تو ہماری صحت بگڑ جاتی ہے اور بعض وقت جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔

۳۔ اتفاق میں عجب برکت ہے۔ آگ اگر ایندھن کو جلاتی ہے تو ہمارا کھانا پکتا ہے۔ آگ اور پانی مل کر کام کرتے ہیں۔ تو ریل چلتی ہے اور ہم [illegible] سفر کرتے ہیں۔

۴۔ ہندوستان میں شاملاتی زراعت کا طریقہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ اس طرح کہ ایک کسان کی زمین اور دوسرے کے بیل اور ایک کے بیج اور محنت اور دوسرے کی زمین۔ گویا دو کسان مل کر زراعت کا کام چلاتے ہیں اور جو پیداوار ہوتی ہے اسے آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔ اس طرح کی ضرورت یوں پیدا ہوئی کہ جب کبھی ایک کسان میں اس قدر طاقت نہ تھی کہ وہ خود ہی سب چیزیں مہیا کر لے تو دوسرے کو شریک کر لیا۔ آج ہمارا کام یہ ہے کہ غریب کی ضرورتوں کو ہم آگے بڑھ کر مدد دیں۔ کسان کی ضرورتیں کیا ہیں؟ [illegible] اور کفایت کے ساتھ قرضہ کا ملنا، بیج اور مویشی کی فراہمی، اور فصل کٹنے کے بعد غلے کی فروخت کا ایسا انتظام کہ کاشتکار کو اس کی محنت کا پورا معاوضہ ملے۔ جہاں اصل خریدار اور کسان کے درمیان سودا کرنے والے دوسرے لوگ ہوتے ہیں وہ لوگ کسان کی محنت اور روپے سے نامناسب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ آج بھی کسان کو خود سرمایہ دار بنانا، انجمن ہوتی ہیں وہاں یہ نہیں ہوتا بلکہ پورا فائدہ کسان کو پہنچتا ہے جو انجمن امداد باہمی کے قیام سے حاصل ہو سکتا ہے۔

۵۔ امداد باہمی کی انجمنیں صرف زراعتی ضرورتوں کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ ان سے ہماری دوسری ضرورتیں بھی پوری ہو سکتی ہیں۔ مختلف پیشوں اور مختلف مددوں کے لوگ اپنی اپنی انجمنیں بنا لیتے۔ اگر اصول سب کا ایک ہی ہے یعنی انجمن کا ہر رکن دوسرے کا ساتھی اور مددگار ہو اور سارے معاملات انصاف سے طے کئے جائیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ انجمنیں ہمیں اپنی مدد آپ کرنا سکھاتی ہیں۔

۶۔ زراعتی انجمنوں سے کسانوں کو بڑے بڑے فائدے پہنچتے ہیں۔ ایک بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ کسان مہاجنوں کے کمر توڑ تباہ کرنے والے سود سے بچ جاتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ انجمن کے ارکان میں کفایت شعاری کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض انجمنوں نے تو آپس کے اتفاق سے فضول خرچی اور دوسری بری بری رسمیں سب بند کر دی ہیں۔ بعض نے اپنے ارکان کے بچوں کے لئے تعلیم جبری کر دی ہے جو اپنے بچے کو مدرسہ نہیں بھیجتا اس پر جرمانہ کیا جاتا ہے۔

۷۔ انجمنوں کا تمام انتظام خود انجمن کے ارکان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ انجمن کے ارکان خواہ امیر ہوں یا غریب سب یکساں درجہ رکھتے ہیں اور ہر ایک کا حق برابر ہوتا ہے۔

۸۔ ہر رکن اپنی آمدنی سے کچھ بچا کر انجمن میں جمع کرتا رہتا ہے۔ ضرورت کے وقت اسی سرمایہ میں سے ارکان کو قرض دیا جاتا ہے۔ جب کوئی قرض لیتا ہے تو قرضہ کی انجمنوں میں اس کے ضامن تمام ارکان ہوتے ہیں اس لئے انجمن کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کسی بدچلن آدمی یا ایسے شخص کو جس سے ارکان واقف نہ ہوں رکن نہ بنایا جائے۔

۹۔ قرض صرف انہیں ضرورتوں کے لئے دیا جاتا ہے جو انجمن کی اغراض میں داخل ہیں مثلاً زراعتی انجمنیں زراعتی اغراض یعنی بیل، بیج، سامان زراعت کے خریدنے کے لئے قرض دیتی ہیں۔ شادی بیاہ اور دوسرے کاموں میں روپے اڑانے کے لئے کبھی قرض نہیں دیتیں۔

۱۰۔ اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ ان انجمنوں اور دوسرے بنکوں یا مہاجن کی دکانوں میں کیا فرق ہوا؟ بات یہ ہے کہ عام دکانداروں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کریں۔ لیکن امداد باہمی کی انجمنوں کا اصول یہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ حاجت مند ارکان کی خدمت کریں اور ان کی ضرورتیں پوری کریں۔

۱۱۔ دنیا کے ہر حصہ میں اسی اصول پر مختلف قسم کی لاکھوں انجمنیں موجود ہیں۔ ممالک محروسہ میں مختلف اغراض کی انجمنیں ہیں جن سے رعایا کی بہت ساری مشکلیں حل ہوتی ہیں مثلاً یہی قرضہ جاتی انجمنیں جو کہ کسان کو کفایت شعاری، پس اندازی کی ترغیب دیتی ہیں اور وقت ضرورت کسانوں کو قرضہ دیتی ہیں۔ ایک قسم کی انجمن غلہ گودام بھی ہے جو ہمارے ملک کے اکثر و بیشتر گاؤں میں قائم ہیں۔ یہ انجمن بجائے رقم کے جملہ کاروبار غلہ میں کرتی ہیں۔

یعنے کسان پس انداز کرے غلہ اور ضرورت کے وقت قرض لے تو غلہ۔ اس طرح بہ ہنگام بیج کسان کو پریشانی اٹھانی نہیں پڑتی۔

۱۲۔ دیہات کے جملہ انجمنوں کے اراکین کی پیداوار کی نکاسی کے لئے ہر ہر تعلقہ اور بعض تجارتی منڈیوں میں انجمن ہائے امداد باہمی تعلقہ جمعیتہ کے نام سے قائم ہیں جو تجارتی کاروبار کرتی ہیں یعنے کسانوں کے لئے مصنوعی کھاد آلات زراعت لوہا، نمک، تیل، پارچہ وغیرہ فراہم کرتی ہیں اور دیہات کی پیداوار کو اچھے نرخ پر فروخت کا انتظام کرتی ہیں ان سب تعلقہ جمعیتوں کا ایک مرکزی ادارہ حیدرآباد اگریکلچرل کوآپریٹیو ایسوسیشن کے نام سے قائم ہے حیدرآباد سے برآمد اور درآمد کے انتظامات اس کے ذریعہ انجام پائیں گے۔

۱۳۔ اوپر تجارتی کاروبار کرنے والی انجمنوں کا سلسلہ بتلایا جن کی بنیاد غلہ گودام ہے۔ رقمی قرضہ جاتی کاروبار کرنے والی انجمنوں کا یہ انتظام ہے کہ دو تین تعلقہ جات کے لئے ایک صدر بنک قائم ہے جو انجمنوں کو قرضہ دیتے ہیں تاکہ انجمنیں اپنے اراکین کو ان کی ضرورت پر قرضہ دے سکیں۔ بعض وقت یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی صدر بنک کے پاس اتنی رقم نہیں ہوتی کہ وہ اپنی انجمنوں کے ذریعہ کسانوں کی رقمی مدد کر سکے تو ایسی صورتوں کے لئے حیدرآباد میں ایک مرکزی بنک قائم ہے جو ملک کے تمام صدر بنکوں کا صدر ادارہ ہے۔ جب کسی بنک کو رقم کی ضرورت ہوتی ہے مرکزی بنک فوراً ان کو قرض دیتا ہے۔

غرض یہ کہ انجمنوں کے ذریعہ ایک کاشتکار قرض لیتا ہے اپنی پیداوار فروخت کرتا ہے اپنی ضرورت کی چیزیں خریدتا ہے۔ اور اس تجارت میں یا معاملت میں جو کچھ بچت انجمن کو حاصل ہوتی ہے وہ بھی انہی کسانوں میں تقسیم ہوتی ہے جو انجمن میں شریک ہیں۔ ہر کسان کو انجمن میں شریک ہونا چاہئیے کہ جو منافع تمام ملک کی جیب میں جاتا ہے اور کسان کو اس میں کوئی حصہ نہیں انجمن کے ذریعہ کسان کو مل سکتا ہے۔

([illegible])

برطانیہ اور سرخ چین کے تعلقات

از

ڈبلیو، این، ایور

اس بات کی تو پوری امید تھی کہ برطانیہ چین کی نئی حکومت کو تسلیم کرے گا۔ درحقیقت موجودہ حالات میں نئی حکومت کا تسلیم کیا جانا ضروری تھا۔

جیسا کہ گذشتہ ماہ دسمبر میں امریکی وزیر خارجہ مسٹر ڈین، ایچ، ایسن نے نیو یارک کے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ ایک نئی حکومت کو تسلیم کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا سراہا جا رہا ہے۔ ایک حکومت دوسری حکومت کو اس لئے تسلیم نہیں کرتی کہ وہ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے بلکہ اس لئے کہ ایسا کرنا اس کے اور اس کے شہریوں کے مفاد میں ہے۔

اس بات میں تو شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ چین کی نئی حکومت عملی طور پر تمام چین پر موثر کنٹرول رکھتی ہے۔ آپ نے برابری باہمی امداد اور اقتدار اعلیٰ کی بنیادوں پر دوسری ریاستوں کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنے کی رضامندی کا اظہار کر دیا ہے۔ ان حالات میں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اسے تسلیم نہ کیا جائے۔ نئی حکومت کا سیاسی رنگ ایک ایسی چیز ہے جس کا تسلیم کرنے کے مسئلے سے کوئی تعلق نہیں۔ صرف نئی حکومت ہی چین کی اصلی حکومت ہے...... نیشلسٹ حکومت اب چین کی حکومت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے نئی حکومت کو تسلیم نہ کرنا اپنے مفادات سے دشمنی کرنا ہے اور اس طرح اپنی بیوقوفی کا مظاہرہ کرنا ہے۔

اگر اس بات کی رتی بھر بھی امید ہوتی کہ نیشلسٹ حکومت اپنے علاقوں کو از سر نو فتح کر سکے گی اور نئے سرے سے اپنا اقتدار جمائے گی تو نئی حکومت کو تسلیم کرنے وقت تاخیر سے کام لینا جائز تھا لیکن صاف ظاہر ہے کہ اب ممکن نظر نہیں آتا جو ہونا تھا سو ہو چکا۔ کمیونسٹوں کو وہاں اب مکمل ہو چکی ہے۔ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس پر شاید افسوس ہو سکتا ہے لیکن اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چین کی کمیونسٹ اور آزاد دنیا کے درمیان کس طرح کے تعلقات قائم ہوں گے۔ اس سوال کا جواب اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک چینی حکومت کے عزائم کا پتہ نہیں لگ جاتا۔ کیا چین کی حکومت پرامن یا دشمنانہ تعلقات قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟ کیا وہ صرف اپنے اندرونی مسائل کی طرف متوجہ ہونا چاہتی ہے۔ یا اپنے پڑوسیوں کے خلاف سازش یا ہتھیاروں کے ذریعہ جارحانہ اقدام کرنا چاہتی ہے یا سرمایہ دارانہ معیشت سے بالکل الگ تھلگ رہنا چاہتی ہے؟

ان تمام باتوں کا انحصار زیادہ تر اس گفتگو پر ہے جو ماؤ زے تنگ نے ماسکو میں کی ہے۔ روس کی خواہشات بالکل عیاں ہیں۔ اس نے جو پالیسی اختیار کی ہوئی ہے اس کے مطابق تو روس کی یہ خواہش ہوگی کہ چین کے سامراجی طاقتوں کے ساتھ تعلقات کشیدہ رہیں کیونکہ روس کی نظروں میں چین کا اہم رول یہ ہے کہ وہ سوویٹ پالیسی کا آلۂ کار بنے۔ اس کا فوری کام یہ ہے کہ وہ جنوب مشرقی ایشیا میں زیادہ سے زیادہ گڑبڑ پیدا کرے دوسرے الفاظ میں چین وہاں ایک قسم کا سفارتی محاذ قائم کرے تاکہ روس کے لئے یورپ اور مشرق وسطیٰ میں اپنے منصوبوں پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

اس کے علاوہ اگر چین کو مغرب کے ساتھ تجارتی اور معاشی تعلقات توڑ لینے پر آمادہ کر لیا گیا تو وہ روس کی معاشی غلامی تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا اور اس چیز کا نتیجہ بالآخر سیاسی غلامی میں نکلے گا۔

مختصر یہ کہ روس چین کو اپنی سب سے بڑی اور اہم منڈلی ریاست بنانا چاہتا ہے۔ سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ آیا چین کی کمیونسٹ حکومت یہ رول پسند کرے گی یا کہ وہ چینی عوام کے مفاد میں اپنی پالیسی پر عمل کرے گی؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب اس وقت نہیں مل سکتا جب تک ماؤ زے تنگ کی اس بات چیت کا نتیجہ نہیں معلوم ہو جاتا جو ماسکو میں ہوئی ہے۔

کامن ویلتھ وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں چین کا سوال زیر بحث آئے گا اور اس پر کافی غور و خوض کیا جائے گا۔ کانفرنس میں جنوب مشرقی ایشیاء کے مسائل کا خاص اہمیت حاصل ہے۔ اور اس علاقہ کی شمالی سرحدوں پر ایک ایسی کمیونسٹ ریاست کا ہونا جس کے عزائم ابھی تک معلوم نہیں صورت حال کو کافی حد تک متاثر کر سکتا ہے لیکن یہ خیال کرنا کہ اس کانفرنس کا مقصد کمیونزم کے خلاف مورچہ قائم کرنا ہے غلط ہوگا۔ اس لحاظ سے یہ چیز صاف ضمنی حیثیت رکھتی ہے۔ جنوب مشرقی ایشیا کے مسائل تو یہی رہیں گے اور ان کی طرف دولت مشترکہ کا متوجہ ہونا بھی لازمی ہے، چاہے چین میں کمیونسٹ حکومت ہو یا نہ ہو اور خواہ وہاں کمیونسٹ تحریک چلیں یا نہ چلیں۔

تمام جنوب مشرقی ایشیا اس وقت ایک انقلابی تبدیلی کے دور میں سے گزر رہا ہے۔ نئی بااقتدار قومیں عالم وجود میں آ رہی ہیں۔ اور یہ چیزیں اس وقت ہو رہی ہیں جب اس علاقہ کی معاشی اور اقتصادی زندگی میں جنگ اور جاپانی قبضہ کی وجہ سے نقص پیدا ہو چکا ہے۔

نئی ریاستوں کے اقتصادی اور معاشی استحکام کا آج سخت امتحان ہوگا۔ اور یہ چیز ان کے پڑوسیوں کے لئے جو کامن ویلتھ برادری کے رکن ہیں بہت تشویش کا باعث ہے اور اسی طرح اس کا تعلق تمام کامن ویلتھ سے ہے۔

کامن ویلتھ برادری کو ان کی سماجی سیاسی اور معاشی ترقی سے بہت دلچسپی ہے اور اس لحاظ سے کامن ویلتھ کانفرنس میں ان چیزوں کا زیر بحث آنا بالکل مناسب اور موزوں ہے۔

جنوب مشرقی ایشیا کے بعض ممالک میں کمیونسٹ تحریکوں کا چلنا جو تشدد کے ذریعہ گڑبڑ پیدا کر رہی ہیں۔ ثانوی حیثیت رکھتا ہے ان کے شمال میں ایک کمیونسٹ ریاست کا قائم ہونا بھی ایک اتفاقی چیز ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے درحقیقت ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اگر تخریبی طاقتوں کو نہ روکا گیا تو ہماری تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی۔

زرعی قوانین کے مسودے

حکومت نے پچھلے برس میں زرعی اصلاحات کی جو کمیٹی مقرر کی تھی اس کے مرتب کئے ہوئے دو قانونی مسودے یعنی مسودہ قانون تولداری و زرعی اراضی حیدرآباد اور مسودہ قانون انسداد تقسیم اراضی عوام کی اطلاع کے لئے محکمہ مال کے اعلان نشان (۱۳۸) مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۹ء کے ذریعے شائع کئے گئے تھے اور عوام سے خواہش کی گئی تھی کہ وہ ان قانونی مسودوں کے متعلق اپنی تجویزیں اور رائیں ایک مہینے کے اندر پیش کریں کیونکہ حکومت نے یہ ضروری سمجھا تھا کہ ان کے متعلق قطعی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے رائے عامہ معلوم کر لی جائے۔

چنانچہ عوام کی جانب سے بہت سی تجویزیں وصول ہوئی ہیں اور یہ استدعا کی گئی ہے کہ تجاویز پیش کرنے کی مدت میں توسیع کی جائے کیونکہ یہ محسوس کیا گیا ہے کہ دی ہوئی مدت ناکافی ہے۔ ان درخواستوں کی بناء پر حکومت نے تجاویز پیش کرنے کی مدت میں ۱۵ فروری ۱۹۵۰ء تک توسیع کر دی ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا قانونی مسودوں کے متعلق تمام تجویزیں اور رائیں جیسا کہ اس سے پہلے اعلان کیا گیا ہے، معتمد صاحب مال حکومت حیدرآباد کے نام اور ہر تاریخ سے پہلے پہنچ جانی چاہئیں۔ (اطلاعات)

دولت مشترکہ دوراہے پر

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

جن مشکلات کا تذکرہ کیا ہے اور جاپان میں امریکہ کی موجودہ حیثیت اور کمیونزم کو کمزور کرنے کے لئے اس کی اہمیت پر جو زور دیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ سپنڈر کی باتوں میں روس دشمنی کا جذبہ جاری ہے بظاہر کولمبو کانفرنس کی مقرر کی ہوئی کمیٹی اسی جذبہ کے ماتحت کام کرے گی اور اس بات کی کوشش کرے گی کہ امریکہ کا موجودہ اثر کسی نہ کسی شکل میں بحال رکھا جائے۔

ہندوستان اپنی غیر جانبداری کو برقرار رکھتے ہوئے اس کوشش میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ کوشش اس کے بغیر جاری رہی تو اسے دولت مشترکہ کے ساتھ اپنے تعلق پر نظر ثانی کرنا پڑے گی اس لئے کہ پھر اس کے اور اس برادری کے درمیان بہت کم باتیں مشترک رہ جائیں گی فی الحال اس اشتراک کو قائم رکھنے کے لئے کولمبو کانفرنس نے ایک مشاورتی کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کا پہلا اجلاس آسٹریلیا میں ہو گا اس کے علاوہ یہ بھی طے ہوا ہے کہ کانفرنس کے مباحث کی بنیاد پر جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا کی معاشی ترقی کی تجویزیں مرتب کر کے مختلف ملکوں کے پاس بھیج دی جائیں۔ دراصل یہ تجویزیں کولمبو کانفرنس کا سب سے زیادہ ٹھوس کارنامہ ہوں گی بشرطیکہ وہ برطانیہ و امریکہ کے معاشی مقابلہ اور پونڈ اور ڈالر کی جنگ کا ایک مہرہ نہ بن جائیں۔

جہاں تک دولت مشترکہ کا تعلق ہے اس کے لئے چین کا مسئلہ قریب قریب طے ہو چکا ہے اس برادری کے جن ملکوں نے ابھی تک نئی حکومت کو تسلیم نہیں کیا ہے وہ چند روز میں اسے تسلیم کر لیں گے یا کم سے کم اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالیں گے مگر امریکہ کا رویہ ابھی تک واضح نہیں ہوا ہے وہ اور چینی کمیونسٹ دونوں اسی سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔ امریکہ کی آنکھیں چیانگ کائی شیک کی حکومت کے خاتمہ کو دیکھ رہی ہیں مگر اس کا دل و دماغ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔

دوسری طرف کمیونسٹ امریکہ کی اس امداد کو فراموش نہیں کر سکتے ہیں جس سے چیانگ کائی شیک نے کمیونسٹوں کو فنا کرنے کی زبردست اگرچہ ناکام کوشش کی۔ اسی جذبہ کے تحت چین کی نئی راجدھانی پیکنگ کے کمیونسٹ حکام نے امریکی سفارت خانہ کی عمارت اور سامان پر قبضہ کر لیا۔

امریکہ کو اگرچہ چیانگ کی حکومت کی زندگی کی امید ہوتی تو وہ فارموسا کے تحفظ میں امداد سے انکار کر کے مادام چیانگ کو ناامید کرتا اور اس کی موجودہ کارروائی کا مقصد صرف یہ ہے کہ ماؤ کی حکومت سے زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کرے یا پھر اسے ستانا الجھائے رکھے کہ وہ چین کے باہر کے معاملات پر کوئی توجہ نہ دے سکے اور روس کے لئے ایک کارآمد ساتھی نہ بن سکے۔

صنعت و زراعت کی نئی تشکیل

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵)

۱۴۔ دیہی صنعتوں کی تنظیم امداد باہمی کے ذریعہ ہو تو اہل ملک اپنی ضروریات کی تکمیل بڑی کفایت کے ساتھ بیرون ملک مصنوعات سے بے نیاز اور صناعوں کو خوش حال کر سکتے ہیں۔

۱۵۔ کم استطاعت مزارعین کی فصلوں مویشی ناگہانی مصائب جیسے مویشیوں میں بیماری یا فصلوں کو کیڑا لگنا یا بارش کی زیادتی یا کمی سے زراعت کو نقصان پہنچنا ایسی صورتیں ہیں جن کا مقابلہ کاشتکار کی انسانی طاقت سے باہر ہے ان مصیبتوں سے محفوظ رہنے کی ایک ہی صورت ہے کہ کاشتکار امداد باہمی کی بیمہ انجمنوں میں شریک ہوں ایسی بیمہ انجمنیں ریاست کے ہر حصہ میں صدر انجمن بیمہ کی جانب سے قائم کرانے کی نسبت حیدرآباد اگریکلچرل کوآپریٹیو سوسائٹی غور کر رہا ہے۔

۱۶۔ آخر میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان انجمنوں سے اس وقت تک پورا فائدہ نہیں ہو سکتا جب تک تعلیم گھر گھر نہ پھیل جائے جب لوگ تعلیم پا کر اس کے فائدے سمجھیں گے تو اپنے ملک کی بھلائی اور ترقی میں کوشش کریں گے چونکہ ہمارا ملک تعلیم میں بہت پیچھے ہے اس لئے ہمارے نوجوانوں کا کام ہے کہ نئے سرے سے انجمنیں بنائے اور ان خیالات کو گاؤں گاؤں پہنچانے میں اپنی توانائیاں صرف کریں۔ (سیاست)

یتیموں کی امداد کے لئے اپیل

وکٹوریہ یتیم خانہ سرور نگر کو جہاں تمام فرقوں کے تین سو یتیموں کی دیکھ بھال کی جا رہی ہے مالی امداد کی سخت ضرورت ہے ہر یتیم کے کھانے کے اخراجات ماہانہ پندرہ روپیہ ہوتے ہیں اور یتیم خانہ کے سرمایہ سے اس قدر اخراجات پورے نہیں کئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے یہ ادارہ عوامی خدمت کا جذبہ رکھنے والے شہریوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ان یتیموں کی امداد کے لئے آگے بڑھیں اور اس مقصد کے لئے عطیے روانہ فرمائیں چاہے یہ عطیے کتنے ہی چھوٹے ہوں۔ یہ عطیے مہتمم صاحب یتیم خانہ سرور نگر کے پتہ پر روانہ کئے جائیں۔

صرف خاص کے تعلیمی ادارے

علاقہ صرف خاص کے تعلیمی اداروں کا انتظام محکمہ تعلیمات نے لے لیا ہے اور ان مدارس کو اسٹیٹ کے سرکاری مدارس کی سطح پر لانے حکومت نے اب ان مدرسوں کی نئی تنظیم کو منظور فرمالیا ہے۔ جس کے نتیجے کے طور پر صرف خاص کے مدرسوں اور صرف خاص لوکل فنڈ کے مدرسوں کے استادوں اور امدادی ملازمین کی تنخواہوں کی شرح دیوانی کی تنخواہوں کی شرح میں تبدیل کر دی گئی ہے۔ صرف خاص کے مدرسوں کے قابلیت رکھنے والے تمام استاد اپنی اپنی قابلیت کے لحاظ سے حسب ذیل سرکاری شرحوں سے استفادہ کریں گے۔

انٹر ٹرینڈ یا بی۔ اے	۱۵۰ تا ۲۲۵ روپیہ
میٹرک ٹرینڈ یا انٹر	۹۵ تا ۱۰۰ ،،
مڈل ٹرینڈ یا میٹرک وغیرہ	۶۵ تا ۱۰۰ ،،
تجرباتی مدرسوں کے استاد	۳۰ روپیہ ماہانہ

ایسے ملازمین کو ان کی اصل تنخواہ میں ایک اضافہ دے کر ان کے متبادلہ اسکیل میں مقرر کرایا جائے گا سرکاری جائدادوں کے ساتھ جو شرائط ملازمت ہیں وہ ان استادوں سے بھی متعلق رہیں گے۔

اس اصلاح سے تقریباً پچاس ہزار روپیہ سالانہ کا صرفہ عاید ہوتا ہے۔

اعلان

حکم معتمدی رسد حکومت حیدرآباد نشان (۳۲۶) ایس - سی - مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۵۰ء کے مطابق سین گذشتہ میں اجراء کردہ پرمٹ برآمد اجناس پر داخل کردہ سرچارج واپسی کے لئے درخواستوں کی پیش کشی کی جو آخری تاریخ ۲۱ اگست ۱۹۴۹ء مقرر تھی اس کے منقضی ہو جانے کے باوجود اکثر تجار بہ انسلاک پرمٹ واپسی سرچارج کے لئے درخواستیں پیش کر رہے ہیں۔

ذریعہ ہذا جمیع تجار کو مطلع کیا جاتا ہے کہ واپسی سرچارج کے لئے محکمہ ہذا صرف ایسی درخواستوں پر غور کرے گا جس میں مدت معینہ میں درخواست بابتہ واپسی سرچارج پیش نہ کرنے کے وجوہات کی صراحت ہو اور پیش کے ہر پرمٹ کا داخل کرنا ضروری ہوگا۔ ایکسپورٹ کا پرمٹ جس پر ناکہ کروڑگیری سے عدم برآمدگی کی تصدیق کی گئی ہو ناقابل قبول ہوگا۔

دستخط مددگار معتمد رسد۔

جاگیری رعایا کی امداد

بات حکومت کے علم میں لائی گئی تھی کہ اکثر جاگیری علاقوں میں نسبتاً کسانوں کی شرح لگان کم کر دی دیوانی علاقوں کی شرح کے مقابلہ میں بہت بڑھی چڑھی ہے۔ اس کے علاوہ اکثر جاگیری مواضع میں غیر قانونی محاصل بھی مختلف شکلوں مثلاً جنگلات ٹیکس، خدمتگیا نذرانہ اور شادی کے محصول وغیرہ کے طور پر وصول کئے جاتے تھے۔ حکومت نے جاگیروں میں تمام غیر قانونی

۳۴ کی مسل برخاست کر دیا گیا ہے۔ نیز حکومت نے بعض جاگیری مواضع میں رعایا کے لگان کی شرحوں پر نظرثانی کی بجائے لگان میں کمی کر دی ہے جس سے جاگیرداری لگان کا بوجھ جو کہ حکومت کے علم میں لائی گئی ہے اس پر بھی نظر ثانی کی جا رہی ہے۔ جن جاگیری مواضع میں بندوبست [illegible] عمل میں نہیں آیا تھا وہاں بندوبست [illegible] کی حکومت نے شروع کر دیا ہے۔ جاگیری مواضع کے سرکاری عہدہ داروں کے ذریعہ دیوانی کے مماثل ساختہ مدت [illegible] جاگیری علاقوں کے [illegible]

وی کو اپریٹو پریس لمیٹڈ میں چھپ کر، حکمت سانچہ توپ حیدرآباد سے شائع ہوا